افادات حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ الدہلویؒ ترتیب و تشریح : مولانا عبدالحمید سواتی نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

اسلام میں حلال و حرام کا تشریعی فلسفہ

"ادارۂ تحقیقات" نے مشینی اور بلا تکبیر و تسمیہ ذبیحہ کے حلال ہونے کے بارہ میں فتوٰی دیا ہے۔ —شریعت اسلامیہ نے بعض چیزیں حلال قرار دی ہیں اور بعض حرام۔ مذکورہ ذبیحہ بھی دوسری قسم میں داخل ہے۔ پیش نظر مضمون میں امام اہل حکمت ماہر اسرار شریعت فیلسوف اسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم کے بلند پایہ افادات کی روشنی میں اسلام میں حلال و حرام کے تشریعی فلسفہ سے بحث کی گئی ہے۔ اور اس انداز سے کہ مذکورہ ذبیحہ کے بارہ میں ادارۂ تحقیقات کے شبہات کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور دین فطرت اسلام کا فلسفۂ حلت و حرمت بھی نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ ہم حضرت مولانا عبدالحمید صاحب سواتی (جنہیں ولی اللّٰہی علوم سے خاص شغف ہے) کے نہایت شکر گذار ہیں جنہوں نے اپنی تشریح و تسہیل سے قارئین الحق کو اس موضوع پر امام ولی اللہ دہلوی کی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ کے گویا پورے ایک باب سے روشناس کرایا —"س" —

★

کھانے پینے کی اشیاء کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو انسان حقیقی سعادت سے کبھی ہمکنار نہیں ہو سکتا جب تک وہ چار اخلاق طہارت، اخبات، سماحت، عدالت کی تکمیل نہ کرے اور ان چاروں بنیادی اخلاق کو اپنی اعتقادی اور عملی زندگی میں اپنانہ لے۔ اور انسان کی شقاوت و بدبختی ان چہار گانہ اخلاق کی اضداد میں منحصر ہے۔ انسان کی روحانی صحت کی حفاظت اور امراض نفسانیہ سے شفا حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان ان اخلاق کے اسباب، اور جو چیزیں ان کو پیدا کرنے کا باعث ہیں۔ ان کے متعلق تفتیش کرے اور یہ معلوم کرے کہ کونسی چیزیں انسان کے روحانی مزاج میں تغیر و تبدل پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے یا تو انسان ابدی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ یا پھر اس کے انجام میں دائمی بدبختی اور شقاوت ہوتی ہے۔ بعض افعال و اعمال ایسے

ہیں جن کے اثرات انسان کے نفس ناطقہ کے ساتھ چمٹ کر اسکی گہرائیوں میں سرایت کر جاتے ہیں۔ بعض افعال ایسے ہیں جن کے ارتکاب سے انسان کو ملائکہ سے بُعد ہو جاتا ہے اور اس کے درمیان اور شیاطین کے درمیان اتصال اور قریبی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ نفس انسانی جب ایسے اعمال سے متصف ہو جاتا ہے۔ اور ان اعمال کے ساتھ تلبس اختیار کرتا ہے۔ تو وہ انسان کے جوہر نفس میں پیوست ہو جاتے ہیں اور انسان میں رذیل اور کمینہ ہیئتیں اور خسیس شکلیں پیدا کر دیتے ہیں۔ اگر انسان کو ایک طرف ملائکہ سے دوری، بعد، اور شیاطین سے قرب و مشابہت حاصل ہو جاتی ہے تو دوسری طرف اخلاق فاضلہ صالحہ کی اضداد یعنی اخلاق رذیلہ انسانوں کے نفوس میں پختہ ہو جاتے ہیں۔ خواہ انسانوں کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ غیر شعوری طور پر یہ باتیں انسانوں میں راسخ ہو کر فساد پیدا کر دیتی ہیں۔ اور جو لوگ بہیمی الواث (جانوروں جیسی خصلتوں اور آلودگیوں) سے اپنے آپ کو دور کر چکے ہیں۔ اور جنہیں روحانی پاکیزگی حاصل ہے، ایسے نفوس حظیرۃ القدس (SANCTORUM PERMAGNUM) سے ان اعمال و افعال کے بارہ میں نفرت و کراہت کا احساس بالکل اسی طرح کرتے ہیں۔ جیسا کہ کڑوی کسیلی اور بدمزہ اشیاء کے کھانے سے انسان کی طبیعت میں ان کے متعلق کراہت اور نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی مہربانی کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے توسط سے ایسے تمام امور سے آگاہ کر دے جو انسان کی شقاوت کا باعث ہوں۔ اور ان کے اختیار کرنے سے ان کو منع کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا یہ اصول اور بنیادی ضابطہ ہے۔ کہ جب کسی چیز کا حکم دیا جاتا ہے یا کسی چیز سے منع کیا جاتا ہے تو ضروری بات ہے کہ اس چیز کو ایسے معین قاعدے اور ضابطہ میں لایا جائے۔ کہ اس کے اثرات لوگوں پر واضح ہوں۔ اور کسی قسم کا خفاء اور اشتباہ اس میں نہ رہے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان الحلال بین وان الحرام بین" کہ بیشک حلال بالکل واضح اور کھلا ہے۔ اور حرام بھی واضح ہے ــــ و بینھما مشتبھات لا یعلمھن کثیر من الناس فمن اتقی الشبھات استبرأ لدینہ وعرضہ (مسلم ص۲۸ ج۲) اور ان (حلال و حرام) کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے جو ان مشتبہ چیزوں سے بچ گیا۔ تو اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچالیا۔

ظاہر ہے کہ کھانے، پینے، لباس و اخلاق میں اعتقاد و فروعات میں اور معاملات و سیاسیات وغیرہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال و حرام کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ جو آدمی حلال و حرام کو معلوم کرنا چاہے تو وہ اس کے بارہ میں کبھی ناکام نہیں رہ سکتا۔ حلال بالکل

واضح ہے۔ مثلاً روٹی، پھل، شہد، تیل، گھی، ماکول اللحم جانوروں کا دودھ، انڈا، مچھلی اور دوسری ماکول اشیاء وغیرہ۔ اسی طرح دیکھنا، سننا، چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ تصرفات ان کے حلال ہونے میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں۔ اسی طرح حرام مثلاً کفر، شرک، بت پرستی، شراب، خنزیر، مردار، بول و براز، دم مسفوح، زنا، جھوٹ، غیبت، رشوت، سود، غصب، خیانت، چوری، ڈاکہ، قتل ناحق وغیرہ ہر خاص و عام پر ان کا حرام ہونا واضح ہے۔ اس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں، البتہ بعض چیزیں ایسی ہیں جن کو عام لوگ نہیں جانتے۔ علماء اور مجتہدین دلائل شرعیہ میں غور و خوض کے بعد ان کا حکم ظاہر کرتے ہیں۔

کھانے پینے کی اشیاء میں محرمات کا بیان اور ان کا تشریعی فلسفہ | حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ انسان کے جسم اور اخلاق پر اثر ڈالنے والے اسباب میں سب سے زیادہ قوی سبب انسان کی غذا اور خوراک ہے۔ غذا اولاً جسم پر اور اس کے تابع اندرونی قوتوں پر اور انسانی اخلاق پر بڑا نمایاں اثر ڈالتی ہے، اس لئے لازمی بات ہے کہ تحلیل و تحریم کی تفصیلات بیان کرنا تشریع کا لازمی جز قرار پائے۔ جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، ان میں سے ایسے جانوروں کا گوشت کھانا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے جس کی شکل و صورت پر کسی قوم کو مسخ کیا گیا ہو۔ ایسے جانوروں کا گوشت کھانے کا اثر انسانی جسم پر بہت شدید قوی ہوتا ہے۔ کیونکہ جب کسی مغضوب قوم کی جس پر خدا کی ناراضگی اور اسکی لعنت اور غضب نازل ہوا ہو تو اس قوم کے مزاج میں اس غضب و لعنت کے نتیجے کے طور پر ایسا بُرا تغیّر پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ اس قوم میں اور قلب سلیم میں بُعد المشرقین ہو جاتا ہے۔ اور یہ طے شدہ بات ہے کہ آخرۃ میں کامیابی اور نجات قلب سلیم کی بدولت ہی نصیب ہو گی۔ (یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم) اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب ایسے شخص کے مزاج میں فطرت سلیمہ اور سلامتی قلب سے انتہائی درجہ کا بُعد پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ ایسا انسان صورت نوعیہ کے حدود و احکام سے باہر نکل جاتا ہے۔ انسانوں کو جن مختلف سزاؤں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ مسخ فطرت بھی ہے بلکہ ان سزاؤں سے یہ سخت ترین سزا ہے۔ جب انسان فطرت سلیمہ سے باہر نکل جاتا ہے، تو ایسی حالت میں اسکی مشابہت کسی ایسے خبیث حیوان کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے جس سے انسانی طبع سلیم نفرت کرتی ہے۔ اسکی تعبیر اس قسم کے لحاظ سے کی جاتی ہے۔ کہ فلاں قوم کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر کے سؤر اور بندر بنا دیا۔۔۔ حظیرۃ القدس اور ملاء اعلیٰ (PORULUS SANCTUS) کے پاک نفوس میں اس کا علم اس شکل میں متمثل ہوتا ہے کہ وہ نفوس قدسیہ ایسے خبیث حیوانات اور ان لوگوں میں جو مغضوب ہیں۔ اور رحمت سے بعید ہیں۔ ایک مخفی قسم کی مناسبت جانتے ہیں اور جو آدمی سلیم الطبع ہے اور اپنی فطرت پر باقی ہے۔ اس میں اور

ان میں بہت بُعد سمجھتے ہیں۔ اب ایسے جانوروں کو کھانا اور جزو بدن بنانا یقیناً نجاست و غلاظت کے کھانے سے بدرجہا بُرا ہوگا۔ اور ایسے افعال کے ارتکاب سے جو انسان میں جوش و غضب کو ابھارتے ہیں، ان سے کہیں زیادہ بدتر ہوگا، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ غیب کے ترجمان، اور حظیرۃ القدس کی زبان ہیں، یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے برابر خنزیر کو حرام قرار دیتے رہے ہیں۔ اور اس سے دور رہنے کی تلقین فرماتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں زمین پر نازل ہوں گے تو وہ خنزیر کو قتل کریں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: والذی نفسی بیدہ لیوشکن - کہ قریب ہے وہ زمانہ بھی آنے والا ہے، جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تمہارے درمیان نازل ہوں گے -- ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر (مسلم ص ج۱) (شریعت محمدیہ کے ساتھ) فیصلہ کرنے والے اور عدل و انصاف کرنے والے بن کر اتریں گے۔ پھر وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔

صلیب کو توڑنا اس لئے ہوگا کہ یہ شعائر کفر و شرک میں سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلیب کو بت (وثن) کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ اور تذلیل شعائر شرک و کفر ایک اہم اصول ہے۔ جیساکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کے بچھڑے کو جلا کر اسکی راکھ بھی سمندر میں پھینکوا دی --- اور جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑ پھوڑ کر وہاں سے دور کر دیا۔ اور جیساکہ بخاری شریف میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریرؓ سے فرمایا کہ مجھ کو ذی الخلصہ سے راحت پہنچاؤ جس کو مشرک کعبہ یمانیہ کہتے تھے۔ اور اسکا طواف کرتے تھے۔ حضرت جریرؓ ایک سو پچاس سواروں کی جماعت کو لے کر گئے۔ اور ذوالخلصہ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس بشارت بھیج دی۔ اور صلیب کو توڑنے میں نصاریٰ کی تذلیل بھی مقصود ہوگی۔ کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک بالکل غلط اور باطل عقیدہ کو رواج دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام العیاذ باللہ صلیب پر لٹکا دئے گئے، حالانکہ یہ واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جسد عنصری کے ساتھ آسمانوں کیطرف اٹھالیا اور دوبارہ نصاریٰ کی تذلیل کی خاطر اللہ تعالیٰ ان کو نازل فرمائے گا۔ اور خنزیر کو قتل کرنا اس لئے ہوگا کہ نصاریٰ نے تمام آسمانی شرائع اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے برخلاف خنزیر کو حلال سمجھ کر کھایا۔ اور ایک ایسے ناپاک جانور کو جو تمام ملتوں میں حرام تھا۔ پاک و متبرک سمجھ کر کھاتے رہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کریں گے تاکہ عیسائیوں کی خوب تذلیل ہو۔

علاوہ ازیں خنزیر چونکہ نجاست اور غلاظت کھانے والا جانور ہے۔ اس کا اثر بھی انسانی روح پر پڑتا ہے۔ اور خنزیر میں ایک ایسی خصلت بھی پائی جاتی ہے، جو فطرت انسانیہ کے بالکل خلاف ہے۔ اور وہ خصلت ہے "مَوْطُوْءَہ" جس میں اشتراک کوئی جانور بھی اس کو برداشت نہیں کرتا۔ چنانچہ جب کوئی جانور مادہ سے حقیقی کھاتا تو دوسرے نر کو بھگا دیتا ہے تب حقیقی کھاتا ہے۔ یہ بے حیائی اور بے غیرتی کی خصلت صرف خنزیر میں پائی جاتی ہے، چنانچہ جو قومیں خنزیر کا گوشت کھاتی ہیں، ان میں بے حیائی کمال درجہ کی پائی جاتی ہے۔ غیرت کی حس بالکل ان میں مفقود ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ گذشتہ قوموں میں کسی قوم نے خنزیر کو کھایا ہو۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کی شرائع نے اس کا گوشت کھانے سے منع کر دیا۔ اور اس کو ترک کرنے کا حکم دیا، اور بندر اور چوہوں کا کھانا سابقہ قوموں میں مروج نہیں تھا۔ اس لئے ان کے بارہ میں صرف منع کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اور زیادہ تاکید کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ سلیم الطبع لوگ اپنی سلامت طبع کے ساتھ ان سے متنفر ہوں گے۔

چوہوں کو موذی جانوروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ——— امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقتل خمس فواسق فی الحل والحرم الغراب والحداۃ، العقرب والفار والکلب العقور (متفق)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ پانچ موذی جانوروں کو حل اور حرم سب جگہوں میں قتل کرو، کوا، چیل، بچھو، اور باؤلا کتا۔

ظاہر ہے کہ ایسے موذی جانوروں کے کھانے سے انسانی طبائع پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ اور بندر کے بارہ میں بھی یہ بات ہے کہ جس طرح خنزیر میں ایک فطرت کے خلاف خصلت پائی جاتی ہے اسی طرح بندر میں بھی ایک نہایت ہی بری خصلت جو فطرت کے خلاف ہے، پائی جاتی ہے۔ اور وہ خصلت ہے ہم جنس سے تمتع کرنا۔ کسی جانور میں بندر کے علاوہ یہ بری خصلت مشاہدہ میں نہیں آئی۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ضب (گوہ، سوسمار) کے بارہ میں موجود ہے، کہ بنی اسرائیل کے ایک قبیلہ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اور ان کو زمین پر چلنے پھرنے والے بعض جانوروں کی شکل وصورت میں مسخ کر دیا گیا تھا مجھے معلوم نہیں شاید یہ گوہ بھی انہی جانوروں میں سے ہو اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی قرآن پاک میں ہے: وجعل منھم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت۔ (المائدہ) کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کی صورتیں مسخ کر کے ان کو بندر اور خنزیر بنا دیا۔ اور ایسے کہ انہوں نے شیطان کی پرستش کی ——— اور اسی کے مطابق وہ بات بھی ہے کہ

جس جگہ واقع ہوا ہو یا کسی قوم کو سزا دی گئی ہو تو ایسی جگہ ٹھہرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔ اور ایسے مقام میں قیام کرنے کو مکروہ سمجھا ہے۔ اور اس سے منع فرمایا ہے، اسی طرح ایسے لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے ان کی وضع قطع اور ہیئات کے ساتھ تلبس اختیار کرنا یا ان جیسی حرکات وسکنات اختیار کرنے پر بھی آپ نے کراہت کا اظہار فرمایا۔ ان چیزوں کے ساتھ تعلق سے کم نہیں بلکہ تاثیر میں اس سے زیادہ ہی ہے۔ اور اسی طرح ان ہیئتوں کو اختیار کرنا جن کو شیطانی مزاج چاہتا ہے، یہ بھی زیادہ مضر ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ان کے بعد دوسرے درجہ میں ان جانوروں کا گوشت کھانا ممنوع ہے۔ جو ایسے اخلاق پر پیدا کئے گئے ہیں جو ان اخلاق کے بالکل خلاف اور ضد واقع ہوتے ہیں جو اخلاق انسانوں سے مطلوب ہیں اور یہ جانور ایسے ہوتے ہیں کہ ضرورت کے وقت بھی انسان ان سے دور بھاگتے ہیں۔ اور ان کے اخلاق مضادہ کی وجہ سے وہ ضرب المثل ہوتے ہیں! اور سلیم الطبع لوگ ایسے جانوروں کو خبیث اور گندہ خیال کرتے ہیں۔ اور ان کے گوشت کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور ایسے جانوروں کا گوشت کھانا بھی اکل خنزیر کے قریب قریب ہے۔ البتہ کچھ اقوام ایسی بھی ہیں جو ان جانوروں کا گوشت کھانا مکروہ نہیں خیال کرتے۔ لیکن ایسے لوگوں کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ انکے مزاج بھی طبع سلیم کی ضد اور عام اقتضاء انسانی کے خلاف واقع ہوتے ہیں۔ اور جو فطرت کے خلاف ہو اسکو درخور اعتنار نہیں سمجھنا چاہئے۔ لہٰذا ایسے لوگ قابل التفات نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں کہ ایسے حیوانات جن میں یہ اوصاف نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں۔ اور جن کے کھانے سے عرب وعجم کے لوگ نفرت کرتے ہیں وہ کئی قسم کے جانور ہیں۔

۱۔ وہ درندہ جانور جو پیدائشی طور پر ایسے ہوتے ہیں کہ اپنے شکار کو پنجے سے نوچ کر کھاتے ہیں۔ جن کی پیدائش اور خلقت میں نوچنا، زخمی کرنا، حملہ آور ہونا اور سنگدلی اور قساوت قلبی پائی جاتی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑیئے کے متعلق فرمایا کہ کیا اُسے بھی کوئی کھاتا ہے۔؟

۲۔ وہ جانور جنکی پیدائش اور جبلت ہی ایسی ہوتی ہے۔ جو انسانوں کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ اور ان سے جھپٹ کر چیزوں کو لے بھاگتے ہیں، اور موقع کے منتظر رہتے ہیں کہ ان سے چھین جھپٹ کر چیزوں کو لے جائیں۔ ایسے جانور القاء شیطانی کو قبول کرتے ہیں اور وسوسہ شیطانی کا اتباع کرتے ہیں۔ جیسا کوا، چیل، کور کرے (چھپکلی) مکھیاں، سانپ، بچھو اور اس قسم کے دوسرے جانور۔

۳۔ ایسے جانور جنکی پیدائش ذلت اور حقارت پر کی گئی ہے۔ جو عموماً سوراخوں اور بلوں میں گھس کر

چھپے رہتے ہیں، جیساکہ چوہے، اور دیگر حشرات الارض۔

۴۔ ایسے جانور جنکا زندگی بسر کرنا خوراک نجاسات اور مردار کھانے پر ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ گندگیوں سے آلودگی اور غلاظتوں سے تلبس ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ان کے ابدان گندگی اور بدبو سے بھر جاتے ہیں۔ منجملہ اس قسم کے جانوروں میں سے ایک گدھا بھی ہے۔ جو بیوقوفی، حماقت، رذالت، اور بے حیائی میں ضرب المثل ہے۔ اہل عرب میں سے بہت سے سلیم الطبع لوگ اس سے نفرت کرتے تھے اور اس کا گوشت کھانے کو حرام سمجھتے تھے۔ اور یہ گدھا شیاطین کے ساتھ بعض اوصاف میں مشابہت رکھتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ جب تم گدھے کی آواز سنو تو بارگاہِ الٰہی میں شیطان سے پناہ مانگو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھ کر چلاتا اور رینگتا ہے (بالفاظ دیگر جب شیطان کو دیکھتا ہے تو اپنا قومی ترانہ بلند کر دیتا ہے۔)۔۔۔۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اطباء کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ مذکورۃ الصدر تمام جانور ایسے ہیں کہ ان کا مزاج نوع انسانی کے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے طبی لحاظ (BY THE VIEW OF MEDICAL SCIENCE) سے بھی ان کا گوشت کھانا کسی طرح روا نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ تحلیل وتحریم کے مسائل میں بعض امور ایسے ہیں جن کو ضبط میں لانا اور انکی تحدید وتعیین ضروری ہے، اور ان میں جو ابہام واشکال ہے، اس کا ازالہ کرنا لازمی ہے۔۔۔۔

ما اُهِلَّ لغیر اللہ بہٖ کی حرمت کا فلسفہ | یعنی نذر لغیر اللہ کی حرمت اور اسکی حکمت۔۔۔۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: کئی باتیں ایسی ہیں جن کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔۔۔۔ مثلاً

۱۔ ایک بات یہ ہے کہ مشرک لوگ اپنے معبودان باطلہ اور طواغیت کیلئے جانور ذبح کرتے تھے، اور ان کا تقرب حاصل کرتے تھے، اس لئے ان کے نام پر نامزد کر کے ذبح کرتے تھے۔ اور اس سے غرض ان معبودانِ باطلہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہوتا تھا۔ یہ فعل قطعی شرک ہے۔ اس لئے حکمت الٰہیہ کا تقاضا یہ ہوا کہ اس قسم کے شرک سے منع کیا جائے اور شرک کی اس صورت کو مٹا دیا جائے۔ چنانچہ اس قسم کے ذبیحہ کو ممنوع اور حرام قرار دیا گیا اور بڑی مؤکد نہی کی شکل میں ایسے جانوروں کا گوشت کھانا حرام اور ناجائز ٹھہرایا گیا۔ تاکہ یہ شرکیہ فعل ختم ہو جائے، اس ذبیحہ کے حرام ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس فعل (ذبح لغیر اللہ) کی قباحت مذبوح جانور میں سرایت کر جاتی ہے، جیساکہ صدقہ کے باب میں اس کا فلسفہ ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر صدقہ کیوں ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ آپ نے خود اسکی علت بیان فرمائی ہے۔ (انما ھی اوساخ الناس) صدقات ایک قسم کا میل کچیل

ہے۔ اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد کیلئے جائز نہیں۔

ا۔ ایک صورت یہ ہے کہ جس کو ما اھل لغیر اللہ سے بیان کیا گیا ہے۔

ب۔ دوسری صورت ما ذبح علی النصب سے متعلق کی گئی ہے۔

ج۔ تیسری صورت میں ذبیحہ کی حرمت کا موجب اس بات کو قرار دیا گیا ہے کہ کوئی ایسا شخص ذبح کرے جو اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کے نام پر ذبح کرنے کو حرام نہیں سمجھتا، یعنی ایسا شخص ذبح کرے جو نہ مسلمان ہو اور نہ اہل کتاب میں سے ہو تو ایسے شخص کا ذبیحہ بھی حرام ہے۔

ذبیحہ کے حلال ہونے کیلئے ضروری ہے کہ ذبح کرنے والا شخص ذبح کا اہل ہو۔ مسلمان تو اس لئے اس کے اہل ہیں کہ عملاً و اعتقاداً توحید کو مانتے ہیں، اور اہل کتاب بھی توحید کے دعویدار ہیں۔ اس لئے وہ بھی ذبح کے اہل ہوئے۔ ان کے علاوہ کوئی آدمی کافر، مشرک، مجوسی، دہریہ، مرتد وغیرہ بھی اگر ذبح کرے گا تو وہ ذبح کا اہل نہیں اس کا ذبح کیا ہوا جانور مردار ہوگا۔ اس کا کھانا حلال نہیں۔ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا واجب ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: وجہ ذلک ان یوجب ذکر اللہ عند الذبح لانہ لا یتحقق الفرقان بین الحلال والحرام بادی الرای الا عند ذلک۔ (حجۃ اللہ البالغۃ)

اس لئے یہ چیز اس کا موجب ہوئی کہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا (بسم اللہ اللہ اکبر کہنا) ضروری اور واجب قرار دیا جائے کیونکہ عین ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے ہی ظاہری طور پر حلال و حرام کے درمیان فرق و امتیاز ہو سکتا ہے۔ یعنی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا وہ حلال ہوگا۔ اور جس پر عمداً اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا وہ حرام ٹھہرا۔

ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جب حکمت الٰہی کا تقاضا ہوا کہ بعض حیوانات لوگوں کے لئے حلال قرار دیئے گئے اور یہ حیوانات بھی زندگی رکھنے میں انسانوں کیطرح ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے انسانوں کو ان حیوانات پر تسلط اور قبضہ دے دیا ہے، تو اس چیز نے اس بات کو واجب اور لازم قرار دیا کہ لوگ اس نعمت کے شکریہ سے غافل نہ ہوں۔ جب یہ ان جانوروں کی روحوں کو ان کے جسم سے جدا کرتے ہیں۔ اور یہ شکریہ اس شکل میں ادا ہو سکتا ہے۔ کہ ان کے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیں، جیسا کہ سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام تاکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام لیں ان مویشیوں پر (یعنی ان کے ذبح کے وقت) جو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عطا فرمائے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی معرکۃ الآرا کتاب الخیر الکثیر کے آٹھویں خزانہ میں ذبح کے مسئلہ کی

حقیقت سمجھاتے ہیں۔ اور اس میں جو عمیق راز ہے اسے بیان فرماتے ہیں۔ ذبح کا راز سمجھنے کیلئے تمہیں معلوم کرلینا چاہیئے کہ حمد کی حقیقت یہ ہے کہ امکانی ضرورت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو جو برتری نفس الامر میں حاصل ہے، تم اپنے ارادہ سے اس کا اعتراف کرو یہ اعتراف تمہارے صحیفہ اعمال میں ثبت ہوگا۔ اور معاد میں تمہارے لئے نافع ہوگا۔ اس اعتراف کے اظہار کی تین صورتیں ہیں۔

ا۔ یا قول سے ہوگا اور اس کا راز تمہیں معلوم ہے کہ قول ارتقارت نفس الامر کا ایک شعبہ ہے۔ اور جملہ امور کا اظہار اس کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

ب۔ یا یہ اظہار تعظیم ہوگا، اور اس طریقہ پہ ہوگا کہ تم اپنے قلب اور قالب دونوں کو خالص اللہ تعالیٰ کی تعظیم کیلئے مخصوص کردو۔

ج۔ یا یہ فعل سے ہوگا۔ اور وہ ذبح ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے ارادہ سے مذبوح کی روح کو اس ذات اقدس کی بارگاہ میں پیش کرتے ہو جس کا قرب حاصل کرنے کیلئے تم نے یہ ذبح کی ہے۔ اور اس روح کو تم قفس عنصری سے رہا کرتے ہو اور یہ عمل حقیقت ابراہیمیہ کے ساتھ مختص ہے۔ اسی لئے وہ اس کے امام و نمونہ قرار پائے اور ابراہیم علیہ السلام نے یہ عمل چونکہ دسویں ذی الحجہ کو انجام دیا تھا اس لئے ہمارے لئے بھی اس دن کی تعیین کی گئی، یہاں پر ایک بہت گہرا اور عمیق راز ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ذبح ازہاق (اخراج) روح کو کہتے ہیں۔ اس میں روح کی صورت بھی شامل ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ روح کا ایک مستقل عالم (عالم ارواح) ہے، اس لئے اس کا معنی یہ ہوا کہ تم نے تمام عالم کے ذریعہ حمد کا حق ادا کیا۔ امور مجردہ کی تخلیق اور ان کا نشؤ و ارتقاء اس طرح ہوا ہے۔ کہ ان میں الوہیت کی خوبو آگئی ہے۔ اور وہ لوگوں سے اپنی معبودیت کے طالب رہتے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک روح چاہتی ہے کہ اس کے لئے ذبح کی جائے۔ لہذا تمہیں چاہیئے کہ روح کے اس فریب سے بچو، ورنہ تم اس اللہ تعالیٰ کے منکر ہو جاؤ گے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے اعضاء و جوارح درست کئے ہیں۔ اس وجہ سے سب سے بڑا کبیرہ شرک ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے، عبادات میں کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا جائے۔ مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، عتق، ذبح، ذکر وغیرہ یہ سب عبادات میں داخل ہیں۔ اور ایسا کرنا بتقاضائے وجاہت حرام قرار دیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے مطیع و منقاد ہونا ضروری ہے۔ دین کی بنیاد و اساس یہ ہے کہ انسان سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو شکر کا مستحق نہ سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی دوسرے کی ایسی تعظیم و خدمت میں ہرگز مشغول نہ ہو جس میں متالہانہ جذبات کارفرما ہوں۔

مردار کی حرمت | ان ضابطوں میں سے ایک یہ ہے کہ مردار تمام مذاہب حقہ اور ملل باطلہ

میں حرام ہے۔ ارباب مذاہب حقہ تو اس کے حرام ہونے پر اس لئے متفق ہیں کہ حظیرۃ القدس سے انہیں القاء کیا گیا ہے کہ مردار جانور خبیث و ناپاک ہے، اور خباثت حرام ہے۔ اور ارباب ملل باطلہ نے اسکو اس لئے حرام قرار دیا ہے کہ انہوں نے اس بات کو معلوم کر لیا ہے کہ اکثر مردار بمنزلہ زہر کے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے جسم میں زہریلے جراثیم سرایت کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ مرنے کے ساتھ وہ سمیت کی وجہ سے انسانی مزاج کے خلاف ہوتا ہے۔

مردار اور غیر مردار میں فرق پھر ضروری ہے کہ مردار اور غیر مردار میں فرق و امتیاز کیا جائے چنانچہ شریعت نے اس کے واسطے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے۔ کہ جس جانور کی روح اور جان کو اس کے جسم سے کھانے اور خوراک بنانے کیلئے نکالا گیا ہو وہ مردار نہیں ہوگا۔ اس لئے کسی اونچی جگہ سے گر کر مرنے والا جانور اور وہ جانور جس کو کسی دوسرے جانور نے سینگ مار کر ہلاک کر دیا ہو یا جس کو درندوں نے چیر پھاڑ دیا ہو، یہ سب خبائث ہیں اور ان کا گوشت کھانا انسان کیلئے مضرت رساں ہے۔

ذبح اور نحر سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے۔ ان اصولوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اہل عرب اور یہود جانور کو ذبح اور نحر کرتے تھے اور مجوس (آتش پرست) جانوروں کا گلا گھونٹ کر یا پیٹ چاک کر کے ہلاک کرتے تھے۔ تاتاری جانور کے سینے میں سوراخ کر کے اس کے دل کو ہاتھ سے مسلتے رہتے تھے یہاں تک کہ جانور مر جائے۔ یہ سب ظالمانہ طریقے ہیں۔ اور ذبح اور نحر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت متوارثہ ہے جسکو یہ دونوں فرقے اہل عرب بوجہ ادعاء اتباع ملت حنفیہ اور یہود بھی اختیار کرتے تھے اور یہ سلسلہ دونوں میں متوارث چلا آرہا تھا۔ اس ذبح اور نحر میں کئی مصلحتیں ہیں۔ مثلاً :-

د۔ ذبیحہ کو آرام پہنچانے کے نقطۂ نظر سے یہ طریقہ روح نکالنے کا آسان ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ اور یہی وجہ ہے کہ ناقص ذبح کو شریطۃ الشیاطین (شیطانی پچھنا یا شیطانی ذبح) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی ایسی ذبح جس میں بعض رگیں کاٹیں اور بعض نہ کاٹیں۔ اس سے جانور کی روح بڑی تکلیف سے نکلتی ہے۔ اس لئے اس قسم کی ذبح کو شیطانی عمل کہا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (نہی عن شریطۃ الشیطان)

ب۔ دوسری بات یہ ہے کہ خون ان نجاسات میں سے ہے جس سے لوگ اپنے جسم اور کپڑوں سے اگر لگ جائے تو ان کو دھوتے ہیں۔ اور خون سے ہر طرح اپنے آپ کو اور اپنے لباس کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ذبح کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ذبیحہ کو اس خون سے پاک کیا جائے۔ اور

گلا گھونٹ کر مارنے یا پیٹ چاک کر کے ہلاک کرنے سے جانور پاک ہونے کے بجائے الٹا اس خون سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ گلا گھونٹنے کی صورت میں تو ظاہر ہے کہ خون باہر نہیں نکلتا۔ پیٹ چاک کرنے کی صورت میں اگرچہ کچھ خون باہر نکلتا ہے لیکن پھر بھی اچھی طرح خون نکلنے نہیں پاتا۔ اس لئے تطہیر اللحم (گوشت کا پاک صاف ہونا) حاصل نہ ہو سکے گی۔ البتہ صورت اضطراری حالت میں اگرچہ قابل برداشت ہو سکتی ہیں، جیساکہ شکار یا کھڈ وغیرہ میں گرے ہوئے جانور پر اگر اللہ تعالیٰ کا نام لیکر تیز آلہ کے ساتھ زخمی کر دیا جائے تو اس طرح وہ ذبح ہو جائیگا۔ یا مثلاً کوئی جانور وحشی ہو کر بھاگ جائے اور قابو میں نہ آئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم اسکی ران پر بھی اللہ کا نام لیکر زخم کر دو گے تو وہ حلال ہو جائے گا۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ تو اضطراری حالت ہے۔ اختیاری حالت میں بجز ذبح اور نحر کے اس طریقہ کے جو سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متوارث چلا آرہا ہے۔ دوسری کوئی صورت قابل قبول نہ ہوگی اور نہ جانور اس طریقہ سے حلال ہو سکے گا۔

ج۔ تیسری بات یہ ہے کہ نحر و ذبح ملت حنیفیہ کے شعائر میں سے ہے جسکی وجہ سے ایک حنیف اور غیر حنیف کے درمیان اس کے ذریعہ فرق و امتیاز کیا جاتا ہے۔ جیساکہ ختنہ اور دیگر خصائل فطرت جن پر حنفاء کاربند ہوتے ہیں۔ اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خلعت نبوت سے سرفراز فرما کر مخلوق کی ہدایت کیلئے مبعوث فرمایا۔ تو آپ کے دین میں اس سنت ابراہیمؑ (ذبح و نحر) کو جو دین حنیفی کا شعار ہے، محفوظ رکھا گیا، دیگر شعائر کی طرح اسکی حفاظت بھی واجب اور لازم ٹھہری۔

اس کے بعد حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ پھر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے یہ ضروری تھا کہ آپ ذبح کے مفہوم کو اسطرح واضح فرما دیں کہ اس میں کوئی ابہام و اشتباہ باقی نہ رہے — چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرما دی کہ ہر ایسی تیز چیز جو خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اس سے ذبح درست ہے، ماسوا دانت اور ناخن کے۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ دانت تو ہڈی ہے۔ اس لئے اس سے ذبح درست نہیں، ایک وجہ اسکی یہ بھی ہے کہ ہڈی خون سے ناپاک ہو جائے گی، اور ہڈی کو ناپاک کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ جنات کی خوراک ہے۔ اور ناخن، تو حبشہ کے مشرکین اس سے ذبح کرتے ہیں اس لئے تمہارے لئے یہ روا نہیں۔

ظاہر ہے کہ گلا گھونٹنے اور پیٹ چاک کرنے میں اور نحر و ذبح کے درمیان فرق اسی صورت میں متحقق ہو سکتا ہے کہ ایک تو تیز آلہ کی شرط ہو اور دوسرا حلق اور لبہ یعنی سینے کا بالائی حصہ یا گردن کی جڑ اور جبڑے کے درمیان ذبح لازم قرار دی جائے اس کے سوا دوسری جگہ کا بجز حالت اضطرار کے

اعتبار نہ ہوگا۔

مذکورہ بالا حرمت کی صورتیں وہ ہیں جن سے نفسانی (روحانی) صحت کی حفاظت اور ملی مصالح کی وجہ سے منع کیا گیا ہے۔ اور وہ چیزیں جن سے جسمانی صحت کی حفاظت مطلوب ہے۔ جیسے زہریلے مواد اور مفترات۔ تو شریعت نے ان سے کچھ زیادہ تعرض نہیں کیا، کیونکہ اکثر لوگ اپنے تجربات سے اور عقل عامہ (COMMON SENSE) سے ان چیزوں کی مضرتوں کو جانتے ہیں۔ اور ان سے بچنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

ماکول ومشروب میں محرمات کی تفصیل حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ تمہیدی ضوابط اور اصول تمہارے ذہن نشین ہوگئے۔ تو ہم اب ان ماکولات ومشروبات کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں:۔

ا۔ مثلاً ایک قسم ایسے جانوروں کی ہے کہ جن کے ممنوع اور حرام ہونے کی وجہ اور علت خود ان جانوروں میں پائی جاتی ہے۔

ب۔ دوسری قسم ان جانوروں کی ہے جو بذاتہ خود تو ماکول اللحم اور حلال ہیں لیکن ان میں ذبح کی شرط نہیں پائی گئی اس لئے ان کا گوشت کھانا حرام قرار دیا گیا ہے۔

حیوانات کی تقسیم حیوانات بھی کئی قسم کے ہیں۔ پالتو اور گھریلو جانور میں سے اونٹ، گائے، بیل، بھیڑ، بکری کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اس بارہ میں یوں ہے: احلت لکم بھیمۃ الانعام (مائدہ) یعنی تمہارے لئے مویشیوں کو حلال قرار دیا گیا ہے ـــــ ان کے گوشت حلال ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کا گوشت پاکیزہ اور معتدل ہوتا ہے اور انسانی مزاج کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔

گدھا اور گھوڑا ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی لڑائی میں گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی اور گدھے کے گوشت سے منع فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ گھوڑے کو عرب وعجم کے لوگ پاکیزہ سمجھتے ہیں۔ اور ان کے نزدیک یہ عمدہ قسم کے جانوروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ نیز یہ اپنے بعض اوصاف کے اعتبار سے انسانوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے بر خلاف گدھے کے۔ کہ یہ حماقت، بےحیائی اور حقارت میں ضرب المثل ہوتا ہے۔ اور جب یہ شیطان کو دیکھتا ہے تو چلاتا ہے اور اپنی مکروہ آواز سے سمع خراشی کرتا ہے۔ اسلام سے پہلے اہل عرب کے پاکیزہ فطرت اور پاک نفس لوگ بھی گدھے کے گوشت کو حرام سمجھتے تھے اور اسکے کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔

(باقی آئندہ)